ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.3 2025

ڈاکٹر فقیرا خان فقری ؔ کا عساکرِ پاکستان کے خلاف مزاحمت بحوالہ (کشتیاں ہم بھی جلا سکتے ہیں)

DR. FAQEERA KHAN FAQRI’S RESISTANCE AGAINST THE PAKISTAN ARMED FORCES (REFERENCE: KASHTIYAN HUM BHI JALA SAKTAY HAIN)

ڈاکٹر ہمراز خان
لیکچرار اردو گورنمنٹ ڈگری کالج صابر آباد کرک۔

Dr Humraz Khan
Lecturer in Urdu at Govt: Degree College Sabir Abad Karak.

Abstract:
Dr. Faqeera Khan Faqri's poetry is shaped by the fusion of two fundamental and parallel emotions—romance and resistance. This dual reference in his poetic expression, on one hand, reflects inner states and the beauty of emotions, and on the other, emerges as a powerful protest against oppression, tyranny, and authoritarianism. In terms of resistance, his poetry collection ‘‘Kashtiyan Hum Bhi Jala Saktay Hain’’ stands as a milestone, where Faqri boldly exposes the oppressive role of state power, particularly military leadership. Faqri does not confine himself to the traditional bounds of protest; rather, he adopts the daring cry of rebellion as his emblem. This rebellion in his poetry manifests not only through words but also as an intellectual movement, granting resistance a new dimension. Thus, Faqri's poetic universe is not merely an artistic creation—it is an intellectual battleground, where each verse sends tremors through the palaces of tyranny.

Key words: Protest, Traitor, Khaki Uniform, Ruthless Wolf, Red Mosque, Contract Killing, Ominous Darkness.

ادبا چاہے خامشی اوڑھ لیں یا قلم اٹھائیں، اپنے عہد کی فکری ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ وہ یا تو اس کے حق میں گواہی دیتے ہیں، یا اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ اگر وہ خاموشی پہ اکتفا کر لیں جہاں انھیں لب کشا ہونا چاہیے، تو مطلب یہ بنتا ہے کہ وہ حالات کی خاموش تائید کر رہے ہیں۔ ایک مصنف مزاحمت کو ادبی وسیلے کے طور پر استعمال کرتا ہے، اس کا مقصد سماجی روایات اور اصولوں پر تنقید کرنا ہوتا ہے۔ وہ متبادل نقطہ نظر اور تجربات سامنے لا کے، قاری کو اپنی سوچ پر نظر ثانی کرنے اور غالب بیانیوں پر سوالات اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ انسانی تجربے کو سمجھنے میں مزاحمتی ادب کی گہری معنویت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ادبی وسیلے طور پر یہ ادبی روایات اور ادبی تحریکوں کی بنیاد رہا ہے، جو سماجی و معاشرتی بندشوں کو چیلنج کرتا ہے اور تنقیدی سوچ کو فراغ دیتا ہے:

> ‘‘Resistance in literature is multifaceted concept that encompasses various forms of opposition, defiance, and subversion. It is a powerful tool used by authors to challenge the status quo, question authority, and inspire change.’’

> "ادب میں مزاحمت ایک کثیر الجہتی تصور ہے جو مخالفت، انکار، اور پس پردہ بغاوت کی مختلف اقسام کو اپنے اندر سموئی ہوئے ہے۔ یہ مصنفین کے ہاتھ میں ایک طاقتور ہتھیار ہے، جس کے ذریعے وہ رائج نظام کو چلینج کرتے ہیں، اتھارتی پر سوال اٹھاتے ہیں، اور تبدیلی کو تحریک دیتے ہیں۔‘‘[1]

ادب میں مزاحمت مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے جیسے خاموش مزاحمت اس میں غیر تصادماتی اور ہلکی مخالفت، جو اکثر خاموشی یا کسی عمل سے گریز کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس بر عکس فعال مزاحمت واضح میں ارادی اقدامات سے کسی اتھارٹی یا سماجی اصولوں کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ اور پس پردہ مزاحمت، مزاحمت کی وہ شکل ہے جس میں خفیہ طور پہ غالب بیانیے یا طاقت کے ڈھانچے کو اندر سے کھوکھلا کیا جاتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر فقیرا خان فقری ؔ کا قلم محض خاموش تائید پر اکتفا نہیں کرتا وہ جب بھی اٹھتا ہے صدق کے چراغ روشن کرتا ہے۔ ڈاکٹر فقیر خان فقری ؔ کے چوتھے شعری مجموعے ’’کشتیاں ہم بھی جلا سکتے ہیں‘‘ میں مزاحتی عناصر اور رویوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے، یہاں ان کی شاعری میں بغاوت کی للکار، احتجاج کی گونج، مزاحمت کا عزم، انقلاب کی خواہش اور نفرت کا بے باک اظہار پوری شدت کے ساتھ نمایاں ہے۔ ان کے ہاں نفرت کی شدت اس قدر شدید ہے کہ وہ اپنے وجود کو بھی بارود میں ڈھالنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ ان کی مزاحمتی رویے کے تین بڑے ستون ہیں یعنی امریکہ جو امن بانٹتا ہے، مگر

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

گولیوں کے لفافوں میں؛وہ آزادی کی بات کرتا ہے، مگر بیسا کھی اپنی مرضی کی تھماتا ہے،وہ ترقی کا علم بردار ہے، مگراس کی معیشت دوسروں کی پسماندگی سے پروان چڑھتی ہے،امریکیوں سے فقریؔ کی داخلی اشتعال انگیزی اور شدید نفرت کی ایک جھلک دیکھیے جہاں محض تشدد کی خواہش نہیں بلکہ ظالم کے خلاف جذباتی انتقام کا شعری اظہار ہے:

ے اپنے ہاتھوں سے ابھی کاٹ نکالوں فقریؔ
بش کا دل اور کلیجہ بھی چبالوں فقری!۲

پاکستانی سیاستدان وہ سوداگر ہیں جو اقتدار کے بازار میں ضمیر کو نیلام کر کے اپنی خواہشات کے ایوان آباد کرتے ہیں۔ وہ عوام کے خون سے اپنے مفادات کے چراغ روشن کرتے ہیں،اور اقتدار کی دہلیز پر وفا،اصول اور انسانیت کی لاشیں رکھ کر جشن مناتے ہیں۔ فقری ان کے معاشی استحصال پر دل گرفتہ ہوتے ہیں،اور ان کی عقل و شعور پر طنز کا زہر تھوکتے ہیں:

ے حکمرانوں نے ہمارے خون سے
کالی کالی ہیں یہ پالی کاریں
جیسے جنات ہوں شکلیں دیکھو
ڈھور ڈنگروں کی سی عقلیں دیکھو ۳

اور عساکر پاکستان سرحدوں کے نگہبان تاج و تخت کے خواب دیکھتے ہیں۔ ''کشتیاں ہم بھی جلا سکتے ہیں'' میں سب سے زیادہ ان کے کردار کو انتہائی نفرت اور تشکیک کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ لیکن اس نفرت کے ان کے پاس معقول جوازات بھی ہیں جن کا اظہار وہ اپنے شعری مجموعے میں کرتے ہیں۔ فقریؔ اپنی شاعری میں بار بار عسکری قیادت کو غداری کے شائبے کے باعث سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہیں،اور ان کے اشعار میں اس طبقے کے لیے نفرت اور بے زاری کی ایک مستقل لے سنائی دیتی ہے، لیکن ساتھ میں وہ اس شدید نفرت کے لیے کوئی توجیہہ بھی پیش کرتے ہیں جیسے کہ ان کی غداری:

ے چاروں اطراف میں اغیار نظر آتے ہیں
میر جعفر کے بھی سردار نظر آتے ہیں
اب تو کہنے میں کوئی باک نہیں ہے فقریؔ
خاکی وردی میں بھی غدار نظر آتے ہیں ۴

ان سے اگلے اشعار میں شاعر محض غداری کی نشان دہی پر بس نہیں کرتے ،بلکہ اپنے طنزیہ لہجے میں ان کرداروں کی نفسیاتی حالت کو بھی بے نقاب کرتے ہیں جو وردی (طاقت ،ریاستی جبر ،اختیار) کے ساتھ غیر فطری وابستگی رکھتے ہیں:

ے ملک و ملت سے تو غداری ہے
کام گوروں کے لیے جاری ہے
جو غسل خانے میں بھی نہ اتری
ایک وردی ہے کہ سرکاری ہے ۵

یہ اشعار ریاستی بیانیے اور اس کے دوہرے معیاروں کو چیلنج کرتے ہیں،وردی اصل میں غیر ملکی مفادات کی محافظ بن چکی ہے اسے عوام پر زبردستی مقدس ٹھہرایا گیا ہے۔ ''کام گوروں کے لیے جاری ہے'' سے مراد وہ تسلسل ہے جو آزدی کے بعد بھی نوآبادیاتی مفادات کے لیے جاری رکھا گیا ہے۔ ''غسل خانہ'' کا استعمال استعاراتی طور پہ کیا گیا ہے،جو ظاہری گندگی کو دور کرتا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ یہ وردی ظاہری تطہیر کے باوجود اخلاقی یا نظریاتی طور پر ناپاک ہے۔ ''وردی'' یہاں ریاستی طاقت اور فوج کی علامت ہے،جو ظاہری طور پر مقدس دکھائی دیتی ہے۔ مگر شاعر کے نزدیک وہ حقیقی تطہیر کردار سے خالی ہے۔ دوسروں معنوں میں شاعر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وردی صرف لباس نہیں، بلکہ طاقت، برتری اور ریاستی استحقاق کی علامت ہے۔ وہ طنزاً کہہ رہے یہ وردی اتنی عزیز ہو چکی ہے کہ وہ انسانی طبعی ضروریات کے لمحوں میں بھی اس سے جدا ہونے کو تیار نہیں۔

ماضی بعید میں جانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے چوں کہ تاریخ کو یاد رکھنے اور اس سے سبق اخذ کرنے کے لحاظ سے پاکستانیوں کے بھیجے غیر فعال رہے ہیں۔ خاکی وردی کے حوالے سے ضمناً حقیقت کا تذکرہ ضروری ہے جس سے فقریؔ کے شعری خیال کی توثیق ہو رہی ہے کہ پاکستان کی عسکری قیادت ذاتی مفاد اور ملازمت میں توسیع کے لیے کچھ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

بھی داؤ پہ لگانے سے نہیں چوکتے۔ جب آئی ایس آئی کے سربراہ، جنرل پاشا، سبکدوشی کی دہلیز پر کھڑے تھے، تو ان کے قدم محض عسکری میدان میں نہیں، اقتدار کی بساط پر بھی رواں تھے۔ وقت کی ریت ان کی مٹھی سے پھسل رہی تھی، مگر وہ اسے تھامنے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ توسیع کے خواہاں اس سپہ سالار نے وہ چالیں چلیں کہ سیاست کی شطرنج بھی چکرا گئی۔ کہانی کی گرہیں تب کھلتی ہیں جب ریمنڈ ڈیوس کی زبانی یہ راز گوش گزار کیے جاتے ہیں:

’’آئی ایس آئی کے لوگوں نے ۱۴مارچ کو اس معاملے میں مداخلت کی اور لواحقین کے ان ۱۸ لوگوں کو جیل میں بند کر دیا جب دو دن بعد ۱۶ مارچ کو میری قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔ ان سب کو ۱۶ مارچ تک قید میں رکھا گیا۔ وکیل بٹ فون کے ذریعے بھی ان میں سے کسی تک پہنچنے سے قاصر تھا۔ پڑوسیوں نے اسے یہی بتایا کہ وہ لوگ اچانک غائب ہو گئے ہیں۔ ۱۶ مارچ کو میری قسمت کا فیصلہ تھا، ۱۶ مارچ سے ایک رات قبل آئی ایس آئی نے خاندان کے تمام افراد کو کوٹ لکھپت جیل میں منتقل کر دیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ یہ دیّت قبول کر لیں اور اگر وہ قبول کر لیں گے تو انہیں ایک بڑی رقم بدلے میں دے جائے گی۔ انہیں دھمکی دی گئی کہ وہ ایسا نہیں کریں گے تو دوسری صورت میں نتائج ان پر اگلی صبح واضح کر دیئے گئے۔ جب انہیں عدالت کے باہر گن پوائنٹ پر کئی گھنٹے قید رکھا گیا اور انہیں سختی سے میڈیا کے سامنے ایک لفظ بھی بولنے سے روکا گیا۔ جب بٹ اس صبح عدالت کے باہر پہنچا تو اس کے ساتھ بھی ویسا سلوک کیا گیا۔‘‘۶

ابہام سے بھرپور دہشت گردی کے جنگ میں عساکر پاکستان نے صف اول کا کردار ادا کیا، لیکن اس کے لیے سٹیج پختون بیلٹ میں سجا گیا۔ فقریؔ کی نظم ’’ تم نے اموات کا ٹھیکہ کر کے ’’سوات میں فوجی آپریشن‘‘ راہ راست ‘‘ کا پورا لفظی خاکہ پیش کرتی ہے، طالبان کون ہیں، ان کو کس نے پالا پوسا، اچھے طالبان اور برے طالبان کیا ہیں؟ یہ الگ بحث ہے تاہم سوات میں تحریک طالبان پاکستان کے خلاف عسکری کارروائی کے بیچ معصوم شہریوں اور وادیٔ سوات کی کل فضا پہ کیا اثر پڑا، فقریؔ کی زبانی سن لیجے:

ے فاختاؤں کے بسیرے تم نے
آ کے توپوں سے بکھیرے تم نے
گولہ بارود میں جھونکے سارے
اجلے اجلے وہ سویرے تم نے
سبز و شاداب کہستانوں پر
ڈالے منحوس اندھیرے تم نے
گرگ بے درد سے ایکا کر کے
تم نے اموات کا ٹھیکہ کر کے
کانچ رخسار بلوری آنکھیں
چاند چہروں کی چکوری آنکھیں
دودھ کے جسم گھٹا کی زلفیں
جیسے لہراتی ہوا کی زلفیں
گیت گاتی وہ صبا کی زلفیں
اور اٹھلاتی صدا سی زلفیں
خاک میں حیف ملا دیں تم نے
آنِ واحد میں مٹا دیں تم نے ۷

اسی نظم کے دوسرے حصے میں مشرقی پاکستان میں کی گئی فوجی مہم جوئی ذکر ملتا ہے لیکن اجمال کے ساتھ۔ اور اختتام پہ لعل مسجد میں کی گئ عسکری مداخلت ’’Operation Silence‘‘ پہ مذمت اور مزاحمت کا رویہ اختیار کیا گیا ہے، فنی طور پہ فقریؔ نے پوری نظم میں جزئیات اور محاکات کا ایک ساتھ استعمال کیا ہے، جہاں متذکرہ فوجی کارروائیوں کے نتیجے میں دلخراش مناظر کو پوری تفصیل کے ساتھ دیکھایا گیا ہے۔ اس اظہارِ موقف میں نہ صرف عسکری طاقت کے استعمال پر سوال اٹھایا گیا ہے بلکہ اس کے اثرات اور اخلاقی جواز پر بھی تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے:

ے لعل مسجد کا فسانہ چھیڑوں
درد کا راگ پرانا چھیڑوں
زندہ بچوں کو جلایا تم نے
ان کی ہستی کو مٹایا تم نے
فوج کے پاک جوانوں تم نے
سخت بے درد حیوانوں تم نے
وکٹری وکٹری نعرے مارے
بہہ گئے اشک ہمارے سارے
گندے نالوں میں وہ بکھرے اعضا
پیارے بچوں کے نہ بسرے اعضا۸

نظم ’’تم نے موت کا ٹھیکہ کرکے‘‘ میں لال مسجد کے سانحے کو صرف ایک مقامی واقعہ نہیں بلکہ ایک بڑے قومی و مذہبی تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ جہاں مذہنی شناخت، ریاستی جبر اور عوامی جذبات کے درمیان ایک کشمکش جاری ہے۔ یہ نظم اس امر کی عکاسی کرتی ہے کہ کیسے ریاستی اقدامات عوامی شعور اور حساس مذہبی حوالوں سے ٹکرا سکتے ہیں۔ اس طرح یہ پوری نظم شاعر کے فکری مزاحمت، نظریاتی وابستگی اور اجتماعی شعور کی ترجمانی کرتی ہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ کو امریکہ میں ہونے والے حملوں کے بعد کے بعد دنیا بدل گئی۔ امریکہ کی قیادت میں انتقامی جنگ نے پاکستان اور افغانستان کو شدید متاثر کیا۔ اس جنگ میں پاکستان نے امریکہ ساتھ تو دیا مگر امن، خود مختاری اور قومی وقار کی قیمت پر۔ فقریؔ نے اپنی نظم ’’ہم نے اسلام کو آزاد کرانا ہوگا‘‘ میں اس پورے منظر نامے کو قید کیا ہے۔ وہ اسے مشرف کی لگائی آگ سے تعبیر کرتے ہیں جنرل صاحب کے چڑھائے گئے شعلے آج بھی راکھ تلے سلگتے دکھائی دیتے ہیں۔ جن کی تپش وقت گزرنے کے باوجود کم نہیں ہوتی خون کی ارزانی ہوئی اور عصمتیں زرِ مزدوی میں تول دی گئیں۔ ’’ہم نے اسلام کو آزاد کرانا ہوگا‘‘ کا ہر لفظ نفرت کی شدت سے دہک رہا ہے۔ اور فقریؔ کے لہجے میں ایسی تلخی در آتی ہے جو نہ صرف احتجاج ہے بلکہ ایک شیخ بن کر سنائی دیتی ہے:

ے اشکوں آہوں کی تجارت کرکے
اجرتی قتل کئے ہیں تم نے
بیچ کر خون کا موتی موتی
غیر سے دام لیے ہیں تم نے
میرے دشمن کو مرے پیاروں کے
حیف سب نام دیئے ہیں تم نے
عافیہ تم نے صدیقی دی ہے
قوم کی بیٹی حقیقی دی ہے
آبرو بیچ بتا دی تم نے
سرِ بازار لٹا دی تم نے۹

فقریؔ کا احتجاج محض ظلم و ستم یا غداری کے خلاف نعرۂ مستانہ نہیں، بلکہ یہ ان کے دل پر چوٹ کھائے ہوئے شعور کی بازگشت ہے۔ وہ جو ہر روز شہروں کی تنگ سڑکوں پر وردی والوں کی نگاہِ تفتیش کا سامنا کرتے ہیں، جن کے لیے ہر ناکہ گویا ایک عدالت ہے۔ اور ہر جامہ تلاشی ایک بے آواز تذلیل ہے یہاں فقریؔ کی مزاحمت فقط وقتی ردعمل نہیں، ایک تہذیبی ردعمل ہے، نظم ’’شہادت گہ سجالی ہے‘‘ کا ایک حصہ دیکھیے:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہِ تلاشی لینے کی خاطر
مرا نیفہ ٹٹولے ہو
تمھارا کیا بگاڑا ہے
مرے نیفے میں ناڑا ہے ۱۰

لفظ ''تلاشی'' ایک استعارہ بھی ہو سکتا ہے، جیسے کسی کے دل، ارادے یا سوچ کو ٹٹولنا۔'' نیفہ ٹٹولنا'' نہ صرف جسمانی بلکہ نفسیاتی بے عزتی کی علامت بھی ہے۔نیفہ یہاں فقط کپڑے کے ایک حصے کا نام نہیں، یہ نجات، غیرت اور خودی کی علامت ہے۔اور نیفے کو ٹٹولنا فقری ؔ کی نزدیک شدید حد تک ذاتی اور نجی دائرے میں تحقیر آمیز مداخلت ہے۔نیفہ ٹٹولنے کا ذکر جامہ تلاشی نہیں، بلکہ طنزاً اُس ذلت کا استعارہ بھی ہے جو طاقت ور کمزور کے ساتھ کرتا ہے۔گویا فقری ؔ کے مطابق کوئی کسی کے جسم کے سب سے نجی حصے تک پہنچ جائے، تو اس سے زیادہ ذلت کیا ہو سکتی ہے۔مرقومہ بالا شعر ایک چیخ ہے، جو پوچھتی ہے کہ مجھے تنگ کر کے تمھیں کیا ملا۔۔؟اور اسی سوال میں پورا احتجاج چھپا ہوا ہے۔

فقری ؔ کے شعری مجموعے ''کشتیاں ہم بھی جلا سکتے ہیں'' میں مزاحمت محض ایک وقتی رد عمل نہیں ہے بلکہ ایک ہمہ گیر اور مستقل رویے کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ان کی شاعری میں مزاحمت فقط ایک جذبہ نہیں بلکہ ایک شعوری اور فکری عمل کے طور پر ابھرتی ہے۔جو ظلم، جبر، استحصال اور استبداد کے خلاف سینہ سپر ہونے کا اعلان ہے۔اگرچہ ان کی مزاحمت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، یعنی خاموش احتجاج سے لے کر تخریبی عمل تک لیکن فقری ؔ کسی در پردہ یا نیم دلانہ رویے کے قائل نہیں۔ان کی مزاحمت خاص طور پہ عساکر پاکستان کے خلاف دھیمی سر گوشی نہیں، ایک بلند آہنگ للکار ہے، جو نہ صرف سوال اٹھاتی ہے بلکہ جواب بھی مانگتی ہے۔فقری ؔ کی شاعری میں مزاحمت اور بغاوت ایک دوسرے میں پیوست اور ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔وہ چپ چاپ ندی کے بہاؤ کے خلاف تیرنے والے مسافر نہیں ہیں، بلکہ وہ طوفان کی شکل اختیار کر لینے والے لہجے کے مالک ہیں۔ان کی مزاحمت ایک نظریاتی عزم کا مظہر ہے، جو عسکری ایوانوں کو ہلا دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔فقری ؔ اپنے کلام میں نہ صرف سیاسی نظام کی منافقت پر گہری تنقید کرتے ہیں بلکہ امریکی سامراج اور ملکی عساکر کی بالادستی کو بھی شدید نفرت اور مخالفت کا نشانہ بناتے ہیں۔ان کے ہاں مزاحمت ایک شعوری اور فعال طرزِ فکر کے طور پر سامنے آتی ہے۔امریکہ کو وہ استعمار کی علامت کے طور پر دیکھتے ہیں، جبکہ ملکی عسکری قیادت ان کے نزدیک داخلی جبر اور استحصال کا تسلسل ہے۔یوں ''کشتیاں ہم بھی جلا سکتے ہیں'' میں ان کی شاعری صرف اظہار کا وسیلہ نہیں بلکہ ایک احتجاجی دستاویز بن جاتی ہے، جو ظلم، جبر، اور اقتدار پرستی کے خلاف ایک مسلسل مزاحمت کی گواہی دیتی ہے۔یہاں ان کی شاعری میں جدلیاتی اور انقلابی روایت کا تسلسل نظر آتا ہے، جو فیض ؔ، حبیب جالب ؔ اور دیگر ترقی پسند شعرا کے لب و لہجے سے ہم آہنگ ہے۔

حوالہ جات:

۱: https://www.numberanalytics.com/blog/ultimate-guide-resistance-english-literature

۲: فقیرا خان فقری ؔ، کشتیاں ہم بھی جلا سکتے ہیں، پاک بک ایمپائیر، لاہور، ۲۰۱۳، ص

۳: ایضاً، ص ۳۰۔۳۱

۴: ایضاً، ص ۲۴

۵: ایضاً، ص ۲۶۔۲۷

۶: وسیم شیخ (مترجم)، کرائے کا فوجی، فیکٹ پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص ۱۴۳

۷: فقیرا خان فقری ؔ، کشتیاں ہم بھی جلا سکتے ہیں، پاک بک ایمپائیر، لاہور، ۲۰۱۳، ص ۱۱۴

۸: ایضاً، ص ۱۲۰

۹: ایضاً، ص ۱۵۰

۱۰: ایضاً، ص ۱۲۷۔۱۲۸